بسم اللہ الرحمن الرحیم
من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ
(لقمٰن:٦)
لھو الحدیث
ڈاکٹر محمد ھمایوں عباس شمس

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

جملہ حقوق بحقِ ''زاویہ فاؤنڈیشن'' محفوظ

☆☆☆ تصنیف ☆☆☆

ڈاکٹر محمد ھمایوں عباس شمس

زیر اہتمام

زاویہ

8-c دربار مارکیٹ لاہور

7113553

اس کتاب کے جملہ محاصل زاویہ فاؤنڈیشن کے علمی و تحقیقی مقاصد کے لئے وقف ہیں

سال اشاعت.........۲۰۰۲ تعداد...........۱۰۰۰ ہدیہ.......... 18

مرکز ترسیل

مکتبہ زاویہ

ا۔ 10 مرکز الاویس (ستا ہوٹل) دربار مارکیٹ لاہور

۲۔ خالد ایجوکیشنل سنٹر (نزد مسجد تھانہ لوئر مال) 40 اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف اول

اسلام محض چند مخصوص عبادات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں دنیوی زندگی کی حیثیت کمرۂ امتحان کی سی ہے۔ قلیل معینہ مدت کے امتحان میں کامیابی پر لامحدود جزا یا سزا، یہ وہ تصور ہے جو کہ ایک مسلمان کو بہترین نتیجہ کے حصول کے لیے جدو جہد پر ابھارتا ہے ترھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ و رضوانا ، کے مصداق مومن کامل کے شب و روز ایک عجیب ہی کیفیت لیے نظر آتے ہیں۔ یا بقول اقبالؒ یوں کہیے کہ '' قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن'' کا عکس ایک سچے مسلمان کی زندگی میں نمایاں ہونا اسی تصور کا حاصل ہے۔ مزید برآں صرف اپنی ہی اصلاح نہیں بلکہ مومن کا مقصد اپنی استطاعت اور خداداد صلاحیتوں کے مطابق اپنے معاشرے کو اسلامی خطوط پر استوار کرنا بھی ہے۔ اب اس قلیل مدت (یعنی دینوی زندگی) میں مومن کا بے مقصد اور غیر مفید کاموں میں مشغول ہونا جو کہ یا تو خالق کائنات کی صریح نافرمانی پر بنی ہوں یا وقت کے ضیاع کا باعث نہیں قطعاً مناسب نہیں۔ قرآن نے ایسے لایعنی کاموں کو ''لھو الحدیث'' کہا

ہے۔ اور اسی کو میرے استاد محترم ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس کی اس تحریر کا
عنوان بنایا گیا ہے۔

اگر چہ ایسے بے مقصد کام جن سے بچنا ایک مسلمان کے لیے نہایت
ضروری ہے، بے شمار ہیں۔ لیکن اس مختصر تحریر میں تین ایسی برائیوں کی
طرف اشارہ کیا گیا ہے جو کہ ہمارے معاشرے میں اس قدر رچ بس گئی
ہیں کہ شاید انھیں برائی سمجھا بھی نہیں جاتا (حالانکہ حدیث نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم) مطابق برائی کو دل سے برا جاننا، ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے،
اور اگر برائی کو برائی سمجھا بھی نہ جائے تو ایمان......؟

ان برائیوں میں سر فہرست شیطانی روح کی غذا یعنی موسیقی کے
مضرات کے بارے میں دلائل کے ساتھ اس کتابچے میں روشنی ڈالی گئی
ہے۔ اور نہایت خوبصورت انداز میں اس لعنت سے نفرت دلانے کی سعی
کی گئی ہے۔ تحریر کا دوسرا حصہ بد قسمتی سے قومی سطح پر منائے جانے والے
ثقافتی تہوار بسنت کا تذکرہ لیے ہے۔ جس تہوار میں ہندوانہ طرز
معاشرت کی واضح جھلک بخوبی دیکھی جا سکتی ہے فحاشی، شور شرابا، وقت اور
دولت کا ضیائع، بدنگاہی، غیر اسلامی میل ملاپ جیسی لغویات پر مبنی تفریح کا
ایک اسلامی معاشرے میں اتنی دھوم دھام سے منایا جانا اسلامی تصورات
زندگی کا خون کر دینے کے مترادف ہے۔ مصنف نے ٹیلی ویژن کے ضرر

رساں پہلوؤں کا جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ ٹیلی ویژن کا کردار مسلمان
نوجوانان کے اخلاق کو مسخ کرنے میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ میڈیا
کے ذریعے بے دین اور اخلاق سوز مغربی کلچر، جو کہ محض فحاشی اور عریانی پر
مبنی ہے، کی یلغار کر دی گئی ہے۔ اس بڑی شیطانی یلغار کا ادراک اور اس
سے چھٹکارا حاصل کرنا اس وقت کا اہم تقاضا ہے۔ اللہ رب العزت سے
دعا ہے کہ وہ استاد محترم کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے،
آپ کو دین متین کے لیے مزید کام کرنے کی سعادت عطا فرمائے اور ہم
سب مسلمانوں کو ہمارے مشن کی راہ میں حائل تمام برائیوں سے بچنے کی
توفیق بخشے آمین

بجاہ النبی الامی الکریم

تبیین القرآن کی علمی اور فکری محافل کے کامیاب انعقاد پر جناب
عتیق بابر مرزا اورنگزیب، مقصود احمد، علی، محمد عمر، ڈاکٹر غیور، محمد وسیم افضل
اور حافظ اویس مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن پاک کو
سمجھنے پر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

طالب دعاء

ڈاکٹر محمد صغیر

tabyeenulquran@hotmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ (الذاریات:۳)

انتہا درجہ کے تذلل کو عبادت کہتے ہیں۔ یہ لفظ اطاعت کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جب عبادت کا اصل اور بنیادی مفہوم آخری درجے کا جھکاؤ ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ یہی جھکاؤ عبادت الٰہی کا بھی اصل جوہر ہے پھر چونکہ اللہ تعالیٰ انسان کا حقیقی فرماں روا بھی ہے اور اسکا حقیقی محسن بھی اس لئے عقل سوچ بھی نہیں سکتی کہ یہ آخری درجہ کا جھکاؤ بس جھکاؤ بن کر رہ جائے اطاعت کی اور پھر پرستش کی شکلیں نہ اختیار کرے یہ بات کچھ ایسے ہی ناممکن ہے جیسے یہ بات کہ آگ تو بھڑک رہی ہو مگر اس سے گرمی خارج نہ ہوتی ہو۔ غرض اللہ تعالیٰ کے سامنے انسان کے جھکاؤ کی جو فطری نوعیت ہو سکتی ہے اسکا قطعی تقاضا یہی ہے کہ عبادت الٰہی کے اندر تینوں چیزیں موجود ہوں:

۱۔ انتہائی تذلل

۲۔ اطاعت

۳۔ پرستش

اگرایک انسان بظاہر کیسے ہی اچھے سے اچھے کام کرے لیکن اس سے
اسکا مقصود اپنی بندگی کا اظہار اور خدا کے حکم کی اطاعت نہ ہو تو وہ عبادت نہ ہوگا۔
اس تشریح کے مطابق عبادت کا وہ تنگ مفہوم نہیں رہتا جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے
بلکہ اس کا دائرہ ان تمام نیک اعمال اور اچھے کاموں تک وسیع ہے جن کے
کرنے کا مقصد خدا کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار، اسکی اطاعت اور اسکی
خوشنودی کی طلب ہو۔ اس وسعت کے اندر انسان کی پوری زندگی کے کام
داخل ہیں جن کے بحسن وخوبی انجام دینے کیلئے اسکی تخلیق ہوئی ہے۔ یہ
روحانیت کا وہ راز ہے جو صرف آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے
دنیا کو معلوم ہوا۔

ابوسعید انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کا یہ ارشاد روایت فرمایا ہے:
''اگر ثواب کی نیت سے اپنی بیوی کا نفقہ پورا کرے تو وہ بھی صدقہ ہے۔''
غریب ونادار صحابہ بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کرتے ہیں کہ یارسول
اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دولت مند لوگ ثواب میں بڑھ گئے، ہماری طرح وہ
بھی نماز پڑھتے ہیں، وہ بھی روزے رکھتے ہیں، ان کے علاوہ وہ مالی عبادت بھی
بجالاتے ہیں جو ہم بجا نہیں لاسکتے۔ فرمایا کیا تم کو اللہ نے وہ دولت نہیں دی
جسکو صدقہ کرسکو تمہارا سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا بھی صدقہ ہے۔
انبیاء کرام نے نوع انسانی کو جو پیغام دیا وہ یہی تھا کہ ''اللہ کی عبادت

کرو''، اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ ان نفوس قدسیہ نے بحیثیت نبی جو کچھ بھی بتایا
اور سکھایا وہ سارے کا سارا عبادت کا کام تھا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ
عبادت ایک جامع لفظ ہے اس کے اندر وہ تمام ظاہری اور باطنی اعمال
اور اقوال داخل ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور اسکی خوشنودی کا باعث بنتے ہیں
مثلاً نماز، زکوۃ، روزہ، حج، راست گوئی، امانت داری، صلہ رحمی، دیانت، اطاعتِ
والدین، وفائے عہد، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، جہاد فی سبیل اللہ، پڑوسیوں
یتیموں اور مملوکوں کے ساتھ — چاہے یہ مملوک انسان ہوں چاہے جانور — اچھا
سلوک، دعا، ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اور اسی قسم کے تمام اعمال صالحہ عبادت
کے اجزاء ہیں۔ اسی طرح اللہ اور اسکے رسول کی محبت، رحمت خداوندی کی امید
اور عذاب الٰہی کا خوف، خشیت، انابت، اخلاص، صبر، شکر، توکل اور تسلیم ورضا
وغیرہ ساری اچھی صفات عبادت میں شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین
اور عبادت ایک ہی مدعا کی دو تعبیریں ہیں۔ ہمارے ہاں عیسائیت کی طرح
دین اور دنیا کی تعبیرات کا وجود نہیں بلکہ دنیا کے مقابل آخرت ہے اور دنیا
کو آخرت کیلئے کھیتی بنا کر ہر لمحہ عبادت میں گزارنے کا حکم دیا گیا ہے۔

بحیثیت مسلمان ہمیں اس بات کا احساس وادراک ہونا چاہیئے کہ ہماری کامیابی کا راز اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے نہ کہ اتباع شیطان میں۔ شیطان ہمارا ازلی اور کھلا دشمن ہے۔قرآن میں تقریباً ۵۵ مرتبہ اسے اولاد آدم کا دشمن قرار دیا گیا ہے۔

ان الشیطن کان للانسان عدوًامبیناً۔ (بنی اسرائیل:۵۳)

لیکن حضرت انسان جب مقصد حیات سے غافل ہوجاتا ہے اور اپنی خلعت فاخرہ کواتار پھینکتا ہے تو نادانی میں اسی شیطان کو دوست بنالیتا ہے۔ قرآن میں رحیم پروردگار نے اسی بات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

افتتخذ ونه وذریته اولیاء من دونی وهم لکم عدو۔

(الکھف:۵۰)

کیا تم مجھے چھوڑ کر شیطان اوراسکی ذریت کو اپنا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

شیطان کا یہ کام ہے کہ وہ پہلے دوست اور خیر خواہ کے روپ میں آتا ہے اور انسان جب اس کے جال میں پھنس جاتا ہے تو وہ اسے بے یار ومددگار چھوڑ کر رفوچکر ہوجاتا ہے۔

کَمَثَلِ الشیطن اذقال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منك انی اخاف الله رب العالمین۔ (الحشر:۱۶)

(منافقین اور یہود) کی مثال شیطان کی سی ہے جو پہلے انسان کو کہتا ہے کفر کر اور جب وہ کفر کر دیتا ہے تو شیطان کہتا ہے میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو عالمین کا رب ہے۔

قرآن کریم نے شیطان کی فریب کاری سے انسان کو مکمل طور پر آگاہ کر دیا ہے اس کے باوجود ہم اسے دوست سمجھتے ہیں۔ شیطان ہمیں نت نئی ایجادات کے منفی استعمال کے طریقوں سے آگاہ کرتا ہے اور ہم جدت پسندی کی آڑ میں دنیا کو فسق و فجور، لہو ولعب اور فحاشی وعریانی کے تحفے دیکر یہ سمجھ رہے ہیں کہ ترقی کی راہیں کھل رہی ہیں۔تہذیب وثقافت کے نام پر بپا ہونے والی محافل موسیقی اور روحانی غذا کی آڑ میں بے ہنگم اچھل کود ہم نے شیطان کو دشمن سمجھ کر قبول کی یا دوست سمجھ کر؟ شیطان ہمیشہ بہلا پھسلا کر تدریجاً ہمیں نئے نئے فلسفوں کی آڑ میں برائی کی طرف مائل کرتا ہے۔

خطوات الشیطان کا لفظ جو قرآن میں بارہا استعمال ہوا ہے وہ یہی نشاندھی کرتا ہے کہ کجرویاں اور تباہ کاریاں آہستہ آہستہ انسان میں نفوذ کرتی ہیں نہ کہ دفعتہً۔ مثلاً جب کوئی نوجوان منشیات، قمار اور شراب سے آلودہ ہوتا ہے تو یہ مقام کئی مراحل کے بعد آتا ہے:

۱۔ آلودۂ گناہ افراد سے میل جول پہلا مرحلہ ہے۔

۲۔ ان کی محفلوں میں شرکت۔

۳۔ گناہ کے بارے میں سوچ بچار

۴۔ مشکوک ومشتبہ کاانجام دینا۔

۵۔ صغیرہ گناہ کاارتکاب۔

۶۔ بدترین گناہ کاارتکاب اورعادی مجرم بننا۔

انسان کو عادی مجرم بنانے کیلئے شیطانی قوتیں ایک منصوبے کے تحت عمل کرتی ہیں اس لئے قرآن کہتا ہے کہ پہلے قدم پر ہی ہوش میں آکر شیطان کی ہمراہی سے کنارہ کش ہوجاؤ۔

اسی وجہ سے گناہ کو معمولی سمجھنا انسان کو برائیوں کی طرف لے جاتا ہے۔ علاوہ ازیں شیطان کی درج بالا چالوں کی وجہ سے نہ صرف گناہوں کی قباحت آشکارا کی بلکہ گناہ کی تحریک دینے والے تمام عوامل کوممنوع کردیا۔ اسلام عفت وپاکدامنی کو اتنی اہمیت دیتا ہے کہ اسے عورتوں کا زمین پر پاؤں مار کر چلنا بھی ناگوار ہے۔ اسلام ان تمام چیزوں کا مخالف ہے جونوجوان لڑکوں اورلڑکیوں کوگمراہی، بدکاری اور گناہ کی طرف مائل کرتی ہیں وہ فحش تصویریں ہوں یاغلط فلمیں، فضول داستانیں ہوں یا گمراہ کن لٹریچر۔

موسیقی بھی شیطان کی انہیں چالوں میں سے ایک چال ہے جسے سن کر انسان نہ صرف اپنی حیات مستعار کے لمحات کو برباد کرتا ہے بلکہ عبادت سے دور ہوتا جاتا ہے اوراپنی عظمت سے غافل۔ یہ حقیقت ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اگرموسیقی سننے سے انسان کے دل میں تقویٰ، عبادت، شکر، ہمدردی اور نیکی کے اثرات پیدا ہوں تو یہ یقیناً ضروری ہے لیکن اگراس سے شیطانی خیالات کوابھرنے کا موقع ملے تواس کے ضرررساں ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ موسیقی کے انسانی صلاحیت اورکارکردگی پر مضر اثرات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جسے ''کشف المحجوب' میں حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشاہدات کے ضمن میں تحریر کیا ہے:

''اس قسم کے مشاہدے مجھے بلوچوں میں بھی ہوئے کہ وہ گدھے اوراونٹ لے کر چلتے ہیں اورراستہ میں اپنے گانے سے انہیں مست کرتے ہیں۔ خراسان اورعراق میں شکاری رات کوتھال بجاتے ہیں جس سے جنگل کے ہرن کھڑے ہوجاتے ہیں اورشکاری انہیں پکڑ لیتے ہیں۔ مشہور ہے کہ ہندوستان میں ایک گروہ جنگل میں جاکرسرود کرتا ہے اورانواع واقسام کے راگ گاتا ہے جس سے ہرن اس آواز کی طرف آتے ہیں یہ ان کے گرد پھر کر سرود کرتے رہتے ہیں حتی کہ وہ ہرن مست ہوکر آنکھیں بند کرلیتے ہیں اورسوجاتے ہیں وہ لوگ انہیں پکڑ لیتے ہیں۔''

اسلام دشمن قوتوں کی موسیقی نے آج ہمارے حواس کو معطل کر کے رکھ دیا ہے۔ ہمارے افکار عالیہ کو ماؤف کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج ہم جن کو دشمن سمجھتے ہیں انہیں کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔

موسیقی کے اثرات کا اندازہ مشہور مغربی مفکر فار بیٹ کے اس اقتباس سے بھی لگایا جاسکتا ہے جسے مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے نقل کیا ہے:

''آواز کا سر، کیفیت، اسکا اتار چڑھاؤ، اسکی نفاست اور تیزی، غیر معمولی سرعت سے محبت کا باعث ہوجاتی ہے آواز کی اس درجہ اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ عورتوں کی خاصی بڑی تعداد اچھے گویوں پر فریفتہ ہوجاتی ہے۔'' تفسیر قرآن (انگریزی) عبدالماجد دریا آبادی جلد ا،ص:۶۷۲)

اسلام دشمن قوتوں نے مسلمانوں کو مذہب سے بیگانہ کرنے اور مقصد حیات کو فراموش کرانے کیلئے اس ہتھیار کو انتہائی مہارت سے استعمال کیا جسکا مشاہدہ آج ہم برصغیر اور عرب دنیا میں کر سکتے ہیں۔ ابن قیم لکھتے ہیں:

''جس امر کا ہم نے اور دوسروں نے مشاہدہ کیا ہے اور جسے ہم تجربات کی بنیاد پر جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ جس قوم میں بھی معازف اور آلات لھو کا رواج پھیلا اور جس قوم نے بھی ان چیزوں میں مشغولیت اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر اس کے دشمنوں کو مسلط کر دیا اور اسے جوع وقحط میں مبتلا کر دیا اور بدترین لوگوں کو انکا حاکم بنادیا''

حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''یہ اس وجہ سے کہ لہو وغناء میں لگ جانے کے بعد ان کی زندگی کا رخ سنجیدگی اور حقیقی امور کی بجائے کھیل کود اور ہنسی مذاق کی طرف مڑ جاتا ہے اور رشد وہدایت کی جگہ حماقت وضلالت اور قوت وشوکت کی جگہ ضعف ووھن لے لیتے ہیں اس لئے لہو وغنا اور کھیل کود میں انہماک کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ قوموں کی علم وعمل کی ایسی گراں بہا قوتوں اور صلاحیتوں کو دیمک کی طرح چاٹ جاتے ہیں جن کے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی چنانچہ جس قوم میں یہ چیزیں پیدا ہوجاتی ہیں وہ صنعتی، زراعتی، اقتصادی اور عسکری ہر اعتبار سے کمزور ہوجاتی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب دل اللہ کی نشانیوں، اسکی آیات اور حکمتوں سے غافل ہوجائیں اور خواہشات کی پیروی کرنے لگیں تو ان میں لازماً بزدلی اور کمزوری ہی پیدا ہوگی۔'' (مدارج السالکین جلد اول، ص:۴۹۸)

ثقافت کے نام پر آج ناچ گانے اور جسم کی بے ڈھنگی حرکات نے معاشرہ کو فکری حوالہ سے ناکارہ کر دیا ہے۔ ثقافت کی ترویج کیلئے ایسے طائفے اندرون ملک اور بیرون ملک سارا سال مصروف رہتے ہیں۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر رقص وسرود کی محفلیں جمتی ہیں۔ ٹی وی، کیبل نیٹ ورک، انٹرنیٹ فحاشی کی ترویج کیلئے ہر لمحہ سرگرم ہیں۔ اس دور میں اس فتنہ نے اقبال کے شاہینوں کو کرگس بنادیا ہے۔ ان میں پرواز کی ہمت کو ختم کیا جارہا ہے۔ ہمارے

نو جوانوں کی قوت فکر جواب دیتی جارہی ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے اور سلف صالحین کے طرز عمل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے نقصانات پر غور کیا جائے۔ یہ بھی دیکھا جائے کہ کن حالات میں کس قسم کے اشعار پڑھنے کی اجازت ہے۔

آیات قرآنی

۱۔ لہوالحدیث:

ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضلً عن سبیل اللّٰہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا اولٰئك لھم عذاب مھین۔(سورۃ لقمان آیت:۶)

اورکئی ایسے لوگ بھی ہیں جو(مقصد حیات سے)غافل کردینے والی باتوں کا بیوپار کرتے ہیں تاکہ راہ خدا سے بھٹکاتے رہیں۔(اس کے نتائج بد سے)بے خبر ہوکر اسکا مذاق اڑاتے رہیں۔ایسے لوگوں کیلئے رسوا کن عذاب ہے۔

ومعنی لھو الحدیث باطل الحدیث،ھذا قول الکلبی ومقاتل واکثر المفسرین علی أن المراد بلھو الحدیث الغناء۔(الوسیط للواحدی جلد۳،ص:۴۴۱)

کلبی اور مقاتل کا قول ہے کہ لہوالحدیث سے مراد جھوٹی بات ہے

اور اکثر مفسرین اس سے غناء مراد لیتے ہیں۔

حضرت حسن بصری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ان لھو الحدیث کل ماشغلك عن عبادۃ اللّٰہ وذکرہ من السمر والاضاحیك والخرافات والغناء ونحوھا۔(روح المعانی جلد۲۱،ص:۶۷)

لہوالحدیث ہروہ چیز ہے جو تمہیں اللہ کی عبادت اور اس کے ذکر سے غافل کردے جیسے رات گئے تک قصے کہانی،لطیفہ گوئی،خرافات اور گانا وغیرہ۔

پیر محمد کرم شاہؒ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''قران کریم نے انسانی زندگی کا جو تصور پیش کیا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ زندگی بڑی قیمتی چیز ہے۔اس کا ایک ایک لمحہ گراں بہا ہے۔یہ ایسی مہلت ہے جو صرف ایک مرتبہ ہی ارزانی ہوتی ہے۔انسان جب اپنا مقررہ وقت بسر کر بیٹھتا ہے تو پھر دنیا بھر کے خزانے دے کر بھی اس میں ایک گھڑی کا اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔اچھے یا برے جو اعمال وہ کرتا ہے ان کے اچھے یا برے نتائج ضرور مرتب ہوتے ہیں اور وہ اپنے تمام اعمال وافعال کیلئے اپنے خالق ومالک کے ہاں جواب دہ ہے۔اسی محدود اور مقررہ مدت میں اس نے اپنی عاقبت کو بھی سنوارنا ہے،اپنی دنیوی زندگی کو بھی بامقصد،باوقار اور حتی الوسع آرام دہ بنانا ہے مزید برآں اپنی ذہنی،فکری اور روحانی صلاحیتوں کو بروئے کار

لاکر گلشن ہستی کے حسن اور بہار میں بھی اضافہ کرنا ہے۔

جو دین زندگی کو اتنی اہمیت دیتا ہے اس سے یہ توقع عبث ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو عیش و عشرت اور لہو ولہب کی کھلی چھٹی دے گا اور انہیں بے مقصد زندگی بسر کرنے کی اجازت دے گا۔ اسی لئے قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں ایسے تمام کاموں سے اجتناب کی بار بار تاکید کی گئی ہے جو لغو اور لایعنی ہوں۔" (ضیاء القران جلد۳، ص:۵۹۸)

لہوالحدیث میں بازاری قصے کہانیاں، افسانے ڈرامے، ناول، سنسنی خیز لٹریچر، رسالے اور بے حیائی کے پرچار کرنے والے اخبارات سب ہی آجاتے ہیں اور جدید ترین ایجادات، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، وڈیو فلمیں، ڈش وغیرہ بھی۔

۲۔ شیطانی آواز:

واستفزز من استطعت منهم بصوتك۔ (بنی اسرائیل آیت:۶۴)

امام مجاہد فرماتے ہیں: (بصوتك) یعنی الغناء والمزامیر

صوت سے مراد گانا اور مزامیر ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں:

صوته دعاء کل داع الی معصیة اللہ۔

یعنی ہر وہ پکار جو انسان کو گناہ اور نافرمانی کی طرف بلائے۔

(الطبری ۱۵/ ۱۱۸، البغوی ۳/ ۱۲۸، القرطبی ۱۰/ ۱۸۷، روح المعانی ۱۵/ ۱۱۱)

(البحر المحیط ۶/ ۵۸، رازی ۲۱/ ۶)

ان دونوں اقوال سے معلوم ہوا کہ گناہ کی طرف بلانے والی چیزوں میں سب سے بڑھ کر گانا ہے۔ یہ شیطان کا ہتھیار ہے جس کے ذریعہ وہ نوع انسانی کو سیدھے راستے سے بھٹکانے کا کام لیتا ہے۔ گویا آواز سے مراد پرفریب دعوت، یا گانے موسیقی اور لہو ولعب کے دیگر آلات ہیں جن کے ذریعہ شیطان بکثرت لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اور قرآن کریم نے شیطان کے رستوں کی پیروی سے روکا ہے۔ اب اس حقیقت کو ماہرین نفسیات نے بھی تسلیم کیا ہے کہ انسان کے جنسی جذبات کو ابھارنے میں آواز اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ہیولاک ایلس لکھتا ہے: "انسان کے جنسی جذبات کو بیدار کرنے میں آواز نیز موسیقی کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور اس موضوع پر موٹ (Moot) کی رائے سے اتفاق کیا جاسکتا ہے کہ قوت سامعہ کے ذریعے جنسی اکساؤ جتنا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے اس سے کہیں زیادہ واقع ہوتا رہتا ہے۔"

(عبدالماجد دریا آبادی: انگریزی تفسیر جلد۲، ص:۲۷۲)

٣۔ عبادالرحمٰن کی صفت:

لا یشهدون الزور (الفرقان آیت:۷۲)

وہ بے ہودہ باتوں میں شریک نہیں ہوتے۔

قال محمد بن الحنفیة: لا یشهدون الزور اللهو والغناء

محمد بن الحنفیہ نے الزور سے مراد غناء لیا ہے۔ (الوسیط جلد ۳، ص: ۳۴۸)

امام مجاہد نے اسکی تفسیر غناء سے کی ہے۔ (قرطبی جلد ۷، ص: ۵۴)

امام ابن جریر "الزور" کی تفسیر میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"آیت کی تفسیر میں اولی اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ عام معنی مراد لئے جائیں اور کہا جائے کہ عبادالرحمٰن کسی بھی قسم کے باطل کام میں شریک نہیں ہوتے خواہ وہ شرک ہو یا غناء یا کوئی اور کام جس پر "الزور" کا اطلاق کیا جا سکے۔ (جلد ۱۹، ص: ۲۹)

امام قرطبی نے ایسے اشعار جس میں خوبصورت شکلوں اور شراب وغیرہ کی تعریف کی جائے کو بھی اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

۴۔ افمن هذا الحدیث تعجبون ٥ ولا تبکون ٥ وانتم سامدون۔ (سورۃ النجم آیت ۵۹ تا ۶۱)

سمود گانے کو کہتے ہیں۔ علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

روی عن ابن عباس انه قال السمود الغناء لغة حمیر یقال اسمدی لنا غنی لنا ویقال لمغنیة اسمدینا ای الهینا بالغناء۔

یعنی حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ سمود کے معنی گانا ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حمیری لغت ہے چنانچہ "اسمدی لنا" کے معنی ہیں غنی لنا اور جب کسی گانے والی سے کہا جاتا ہے اسمدینا تو اس کے معنی ہوتے ہیں کہ ہمیں گانا سنا کر مست کردو۔ (لسان العرب جلد ۴، ص: ۲۰۴)

احادیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی غناء کے اثرات سے اپنی امت کو آگاہ فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے چند ارشادات عالیہ درج ذیل ہیں:

۱۔ عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ (صحیح بخاری)

۲۔ حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک

مرتبہ ایک چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور رستے سے دور ہٹ گئے پھر کہنے لگے نافع آواز آرہی ہے؟ میں نے عرض کیا جی، آپ چلتے رہے حتی کہ میں نے عرض کیا کہ اب آواز نہیں آرہی، تو آپ نے اپنے کانوں پر سے ہاتھ اٹھالئے اور اسی راستے پر آگئے پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے چرواہے کی بانسری کی آواز سن کر ایسا ہی کیا تھا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، مسند احمد)

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے شراب، جوئے اور طبل کو حرام کیا ہے نیز ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ (ابوداؤد، ابن حبان، بیہقی)

غناء کے نقصانات

روحانی، مادی، فکری، سیاسی اور طبی حوالہ سے گانے بجانے کے نہایت دوررس اثرات ہیں۔ ان نقصانات کا ایک اجمالی جائزہ درج ذیل ہے:

۱۔ گانے بجانے کا تعلق فحاشی سے ہے اور اسکو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

قل انما حرم ربی الفواحش ماظهر ومابطن۔

(الاعراف آیت:۳۳)

فرمادیجئے میرے رب نے ان تمام فحش باتوں کو حرام کیا ہے جو علانیہ اور پوشیدہ ہیں۔

جولوگ فحاشی کے پھیلنے کو پسند کرتے ہیں سورۃ النور میں ان کو یہ وعید سنائی گئی: ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنولهم عذاب الیم فی الدنیا والآخرة۔ (آیت:۱۹)

جولوگ ایمان والوں میں بے حیائی کے پھیلنے کو پسند کرتے ہیں تو ان کیلئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں:

"برائیوں اور فواحش کے خلاف نفرت کی جو دیوار اسلام نے قائم کردی اس میں رخنہ اندازی کی قولاً فعلاً کوشش کرنا ایسی کتابیں لکھنا جن سے شہوانی جذبات میں تحریک ہوایسے گانے، ایسی تصاویر، ایسے ڈرامے، ایسی فلمیں جن سے نوجوانوں میں شرم وحیا کا جذبہ کمزور ہوتا جائے سب اس میں شامل ہیں۔ (ضیاء القرآن جلد۳، ص:۳۰۳)

۲۔ غناء کے نقصانات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ انسان کو فکر آخرت سے غافل کردیتا ہے۔ شاہ ولی اللہ اسی نقصان کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عجمیوں کی عادات پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ وہ دنیاوی لذتوں میں منہمک ہونے میں ان تکلفات کا کس درجہ

خیال رکھتے ہیں۔ ان میں جو اصل اور بنیادی چیزیں تھیں ان کو حرام کیا جو ان
سے کم درجہ کے تکلفات ہیں ان کو مکروہ کہا اس لئے کہ یہ چیزیں آخرت کو
بھلانے والی ہیں اور ان سے دنیا کی طلب میں اضافہ ہوتا ہے۔" (ص:۶۶۸)

اس اصول کے ذکر کے بعد آپ نے متعدد چیزیں ذکر کرتے ہوئے
لکھا:

"..........یہ ایسی چیزیں ہیں جو نفس کو دنیا و آخرت سے بے فکر
کردیتی ہیں اور وقت برباد ہوجاتا ہے مثلاً باجے، شطرنج، کبوتر بازی اور
جانوروں کا لڑانا۔" (حجۃ اللہ البالغہ اردو ترجمہ ص:۶۷۲)

اسی وجہ سے آلات موسیقی کو عربی میں "ملاہی" یعنی غافل کردینے والی
چیزیں کہا ہے۔

۳۔ جب بھی کسی قوم نے رقص و سرود میں دلچسپی کا مظاہرہ کیا اس سے
اقتدار چھن گیا۔ بغداد کی تباہی اسکی زندہ مثال ہے۔ اندلس میں مسلمانوں نے
آٹھ سو سال حکومت کی لیکن حکمران جب رقص و سرود میں محو ہوئے تو اندلس بھی
ہاتھ سے چھن گیا۔ مغلوں میں جب محمد شاہ رنگیلے جیسے حکمران آئے اور محلات کو
عیش گاہوں میں تبدیل کردیا تو انگریز آدھمکے۔

۴۔ عصر حاضر میں موسیقی نے ہمارے آئیڈلز (Ideals) بدل دیئے ہیں
کسی وقت خالد بن ولید اور طارق بن زیاد جیسے سپوت نوجوانوں کیلئے نمونہ تھے

اور بچیوں کیلئے سیدہ فاطمہ لیکن اب لتا اور ابرار الحق جیسے فنکار ہمارے لئے نمونہ
ہیں۔

موسیقی کے انسانی اعصاب پر منفی اثرات

فزیالوجی کے ماہرین نے نظام اعصاب کو سمپتھٹک اور پیراسمپتھٹک
میں تقسیم کیا ہے۔ اول صرف ریڑھ کی ہڈی سے شروع ہوکر دیگر اعضاء میں تقسیم
ہوجاتا ہے لیکن دوسرے کا سلسلہ مغز اور دماغ سے شروع ہوکر ریڑھ کی ہڈی
سے گزرتا ہوا سمپتھٹک اعصاب کے برابر پورے جسم میں تقسیم ہوجاتا ہے۔
سمپتھٹک عمل کا مطلب ہے کہ رگوں کا سکڑنا، پٹھوں کا پھیلاؤ اور خون کا دباؤ
اور پیراسمپتھٹک عمل کا مطلب رگوں کا پھیلاؤ پٹھوں کا سکیڑنا اور خون کے دباؤ
میں کمی ہے۔ دونوں اعصاب کے کام ایک دوسرے کے برعکس ہیں اس لئے
جب تک ان کو باہر سے تحریک نہ ہو دونوں برابر اپنے کام کرتے رہتے ہیں
اور جسم کا توازن قائم رکھتے ہیں لیکن خارجی تحریکات کی بنا پر یہ توازن کھو بیٹھتے
ہیں جس سے نفسیاتی بے چینی، سوچ بچار کی الجھنیں بڑھتی ہیں یعنی ذہنی عدم
توازن کا آغاز ہوجاتا ہے۔

ان خارجی تحریکات میں موسیقی کی تانیں بھی شامل ہیں جو ان اعصاب
میں عدم توازن کا سبب بنتی ہیں۔ جس وقت موسیقی کی سرود افزا تانیں یا غم انگیز

دھنیں بلند ہوتی ہیں تو وہ اس توازن کو درہم برہم کر دیتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہاضمہ، جاذبہ، دل کی حرکات اور جسم کے مائعات مثلاً خون وغیرہ کے دباؤ میں خلل پڑ جاتا ہے اور دھیرے دھیرے انسان ایسی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے جن کے علاج سے طب جدید اپنی تمام تر حیرت انگیز ترقیوں کے باوجود اکثر موقعوں پر عاجز رہ جاتی ہے۔

مختلف نفسیاتی بیماریوں، فکری الجھنوں، ذہنی عدم توازن، قسم قسم کے پاگل پن، دل اور دماغ کے بہت سے سکتوں کی جو تمام دنیا میں روز بروز بڑھتے جارہے ہیں اور معالجوں کی توجہ کا مرکز بن گئے ہیں پچانوے فیصد تعداد اس منحوس جدید تہذیب کا نتیجہ ہے جسکا اہم حصہ ریڈیو کے ذریعے سے موسیقی کی عام نشریات اور گانے بجانے کی محفلیں ہیں۔ گانے بجانے، طرح طرح کی موسیقی اور رقص ہی کا نتیجہ ہے کہ تمام ملکوں میں دیوانوں اور نفسیاتی بیماروں کے اعداد وشمار زیادہ ہوگئے ہیں اور دنیا کے بڑے بڑے ملک خصوصاً یورپ اور امریکہ کے شفاخانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

کولمبیا یونیورسٹی کے ڈاکٹر ولف ایڈلر نے ثابت کیا ہے کہ موسیقی کی نہایت دلکش دھنیں انسانی اعصاب پر نہایت برے اثرات مرتب کرتی ہیں خصوصاً جب ہوا گرم ہو جاتی ہے یہ خراب اثرات اور بڑھ جاتے ہیں۔ عرب اور ایران کے بعض علاقوں میں ان دھنوں کا انتہائی خراب اثر پڑتا ہے۔ انہوں

نے ایک مفصل پروگرام بنا کر امریکہ کی پارلیمنٹ میں بھی پیش کر دیا کہ سماج کی نجات اور اعصاب کی کمزوری کی روک تھام کی خاطر جو آج کی مہذب دنیا کی ایک بدبختی ہے یہ ضروری ہے کہ ہر قسم کی محفل موسیقی پر پابندی لگادی جائے۔
(سید عبدالحسین کی کتاب ''گناہان کبیرہ'' کے صفحہ ۳۵۰-۳۵۳ تک کے مباحث کا خلاصہ)

حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی آراء

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''آیات واحادیث اور روایات فقہ غنا اور سرود کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اگر کوئی شخص منسوخ حدیث یا روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے تو اسکا ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیئے کیونکہ کسی فقیہ نے کسی زمانہ میں سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا اور نہ ہی رقص و پاکوبی کو جائز قرار دیا۔'' (مکتوب ۲۶۶-دفتر اول)

ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

''اور سرود ونغمہ کی رغبت نہ کریں اور انکی لذت پر فریفتہ نہ ہوں کہ وہ شہد ملا زہر ہے اور شکر آلودہ سم ہے۔'' (مکتوب ۳۴-دفتر سوم)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ہر وہ شخص جو احادیث رسول، فقہا اور علمائے سلف کے اقوال کا تتبع کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان کے ہاں مشہور و متعارف یہی ہے کہ غنا وسماع حرام ومکروہ ہے۔" (شرح سفر السعادہ ص: ۵۶۴)

عصر حاضر میں ٹیلی وژن ہر گھر میں اس نام نہاد ثقافت کے فروغ میں سرگرم عمل ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ٹیلی وژن کے ضرر رساں پہلوؤں کا بھی مختصر جائزہ لیا جائے۔

ٹیلی ویژن — چند ضرر رساں پہلو

اے تہی از ذوق و شوق و سوز و درد
می شناسی عصر ما با ماچہ کرد؟
عصرِ ما مارا زِما بیگانہ کرد!
از جمال مصطفیٰ ﷺ بیگانہ کرد!

ہم سائنسی دور میں زندگی گذار رہے ہیں سائنسی ایجادات واکتشافات نے ہمارے طرز حیات کو یکسر بدل دیا ہے۔ ان ایجادات سے جہاں بنی نوع انسان نے ان گنت فائدے حاصل کئے وہاں بہت سے نقصانات بھی برداشت کرنا پڑے ہیں۔ آج عقلی امراض کی کثرت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کہیں تہذیبی نقص ہے اور یہ تہذیبی نقص سائنسی ایجادات کے نتیجہ میں ابھرا۔

انہی ایجادات میں سے ایک ''ٹیلی ویژن'' بھی ہے۔ اس سے جہاں عوام میں بین الاقوامی شعور بیدار ہوا، معلومات میں اضافہ ہوا، تعلیم کا فروغ ہوا وہاں بہت سے ایسے امراض نے جنم لیا ہے کہ آج ہمارے لیے یہ وباء بن گیا ہے۔ ہم ان مثبت اثرات سے فائدہ اٹھانے کی بجائے منفی اثرات کو زیادہ قبول کر رہے ہیں۔ زیرنظر مضمون میں چند منفی پہلوؤں پر محققین کی آراء پیش کی جارہی ہیں۔

طبی نقصان:

یونیورسٹی لاس اینجلس کے ایک پروفیسر واکس مین کہتے ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹی وی کی سکرین سے نکلنے والی الیکٹرک مقناطیسی لہریں (Maganatic Waves) انسانی آرگنزم (Magnetic) پر

بہت اثر کرتی ہیں۔ ٹیلی ویژن یا ریڈیو یا گھریلو ضرورت کی بجلی کی چیزوں سے نکلنے والی لہریں شارٹ ویوز کی قسم سے ہیں اور اس سے انسان کی فکری صلاحیت کم ہوجاتی ہے۔ خون کا دباؤ تبدیل ہوجاتا ہے، طبیعت میں ہیجان پیدا ہوتا ہے اور خون کے سفید خلیوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ لہریں انسان کے نظامِ اعصاب پر بہت بُرا اثر ڈالتی ہیں اور مختلف بیماریوں کا سبب بن جاتی ہیں۔''

نیویارک کے ایک ہسپتال میں کام کرنے والے ڈاکٹر آرنالڈ فریمانی نے جدید ترین الیکٹرانک آلات اور تجربات سے یہ ثابت کیا ہے کہ روحانی اور فکری کمزوری اور شدید سردرد، ریڈیو پر نشر ہونے والی موسیقی کے سننے سے پیدا ہوتے ہیں۔

اخبار ٹائمز اپنے 1964ء کے شمارہ میں لکھتا ہے:

''بچوں کی بیماریوں کے ماہر ڈاکٹر نے فضائیہ کی دو چھاؤنیوں میں اس بات کو محسوس کیا کہ اس علاقے میں کام کرنے والے افسران کے بچے جن کی عمر 3 سال سے 12 سال کے درمیان ہے ہمیشہ دردسر، بے خوابی، معدہ کی گڑبڑ، قے، پیچش اور دیگر بیماریوں میں گھرے رہتے ہیں۔ طبی نقطہ نظر سے اس بیماری کی کوئی وجہ معلوم نہ ہوئی لیکن مکمل طور پر تحقیق کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ تمام بچے ٹیلی ویژن کے طویل پروگرام دیکھنے کے عادی ہیں

اور ہر روز تین گھنٹے سے چار گھنٹے تک ٹی وی پروگرام دیکھتے ہیں۔ ڈاکٹروں نے ان کے لئے صرف یہی علاج متعین کیا کہ اُن کو ٹی وی پروگرام دیکھنے کی اجازت نہ دی جائے۔ یہ علاج کیا گیا اور مؤثر بھی رہا۔ سردرد، قے، پیچش اور باقی تمام بیماریاں ختم ہوگئیں۔''

ڈاکٹر جنین ایم ہیلی، ماہر نفسیات نے بچوں پر پڑنے والے ٹی-وی کے اثرات پر ان الفاظ میں تشویش کا اظہار کیا ہے کہ:

''اوسطاً 28 گھنٹے فی ہفتہ عادتاً ٹی وی دیکھنے والے کمسن بچوں کے دماغ کی نشوونما میں تبدیلی واقع ہوجاتی ہے اور یہ تبدیلی بہتری کی سمت نہیں ہوتی۔''

ڈاکٹر کرٹ وی گولڈ ماہر امراض اطفال کیلیفورنیا یونیورسٹی امریکہ اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ:

''جو بچے دو سے چار گھنٹے روزانہ ٹی وی دیکھتے ہیں ان کے خون میں کولیسٹرول کی مقدار دگنی ہوسکتی ہے بہ نسبت ان بچوں کے جو کم ٹی وی دیکھتے ہیں، مزید برآں چار یا زائد گھنٹے ٹی وی کے سامنے گزارنے والے بچوں کے خون میں کولیسٹرول کی مقدار چوگنی ہوسکتی ہے اور بڑے ہوکر آدھے سے زیادہ بچوں میں کولیسٹرول کی زیادتی کے باعث وقت سے پہلے دل کی بیماریاں ہونے کے امکانات ہیں۔''

جرمنی کے مشہور ومعروف ڈاکٹر والٹر بوھلر لکھتے ہیں کہ بعض چھوٹے چھوٹے حیوان جیسے چوہا چڑیا وغیرہ کو اگر ٹی وی کے سامنے (قریب) رکھا جائے تو سکرین کی شعاعوں کی تیزی کی وجہ سے کچھ دیر کے بعد یہ جانور مرجاتے ہیں۔ یہ تجربات وواقعات سے ثابت ہے کہ آنکھ تو عام طور پر متحرک رہتی ہے لیکن ٹی وی دیکھتے وقت آنکھ اس سکرین کی طرف جم کر کامل توجہ کے ساتھ دیکھنے پر مجبور ہے۔ اس سے نظر ادھر اُدھر نہیں ہوتی۔ اب اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان تیز شعاعوں سے آنکھ کو کتنا ضرر ونقصان لاحق ہوگا۔

امریکہ میں تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ جو بچے ٹی وی کے عادی ہو گئے اس آلہ کے سامنے جم کر بیٹھنے کی وجہ سے ہڈیوں کی خرابی اور اعصاب کی کمزوری کا شکار ہو گئے۔

اخلاقی مضرتیں:

ہمارے ہاں اخلاقی اقدار کی پامالی میں بھی ٹیلی ویژن نے اہم کردار ادا کیا کیونکہ لہوولعب کا جو مجموعی نظارہ ٹیلی ویژن پر دیکھنے میں آتا ہے وہ یکجا کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔

ڈاکٹر ڈینیل اے انڈرسن میسچوٹس یونیورسٹی کے نفسیات کے پروفیسر اپنی سترہ سالہ تحقیق کے نتائج کا اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ:

''ٹی وی کے تشدد سے بھرپور پروگرام بچوں کی حقیقی زندگی میں جو جنگجویانہ مزاج پیدا کرتے ہیں، وہ بچے جو ٹی وی پر زیادہ مار دھاڑ اور تشدد آمیز پروگرام دیکھتے ہیں زیادہ جارح پائے گئے ہیں اور طویل مدت پر محیط تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ تشدد آمیز پروگرام دیکھنے سے آئندہ زندگی میں بھی ان کے مزاج میں تشدد اور لڑائی جھگڑے کا رجحان فروغ پاتا ہے۔''

امریکن انٹرپرائز انسٹیٹیوٹ کی سرپرستی میں ہونے والی 10 مارچ 1992ء کی کانفرس میں ڈاکٹر والٹر برنس پروفیسر جارج ٹاؤن یونیورسٹی نے اپنی رائے پیش کی۔ انہوں نے کہا:

''راک میوزک ہالی وڈ کی فلمیں اور دوسرے تفریحی پروگرام جو امریکہ باہر کے ملکوں کو بھیجتا ہے وہ نہ صرف وہاں کے معاشرے پر بہت مضر اثرات چھوڑتے ہیں بلکہ امریکی معاشرے کے تصور کو بھی داغدار کرتے ہیں۔

بلدمرد پازر کے نظریے کے مطابق 49% مجرم فلموں سے متاثر ہوکر اپنے ساتھ اسلحہ رکھتے ہیں۔ 28% چوری کرنے اور 21% قانون کی گرفت سے بھاگنے اور پولیس کو چکر دینے کے طریقے انہی فلموں سے سیکھتے ہیں۔ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ 25% عورتیں بری فلموں کے زیراثر برائی اور بدکاری کی راہ پر چل پڑی ہیں نیز 54% عورتیں لاپروا فلمی ستاروں کی تقلید میں قحبہ خانوں اور برائی کی محفلوں کی زینت بنی ہیں۔

علمی نقصان:

ہمارے ملک میں خواندگی کی شرح پہلے ہی کم ہے اور ٹیلی ویژن نے اسکو کم کرنے کے لیے یا علمی افادیت کے خاتمہ (حالانکہ ٹیلی ویژن کے علمی پروگرام ہماری قابلیت میں اضافے کا اہم سبب بن سکتے تھے لیکن اس حیثیت سے اس سے استفادہ کرنے والے کتنے لوگ ہیں؟) کے لیے اہم کردار ادا کیا ہے۔

پروفیسر تعلیم ونفسیات ییل (Yale) یونیورسٹی کہتے ہیں کہ:

''زیادہ تر ٹی وی ہی قصوروار ہے جس کی وجہ سے بچوں کی تعلیمی قابلیت خصوصاً پڑھنے کی مہارت انحطاط پذیر ہوئی ہے، بچے جو زیادہ ٹی وی دیکھتے ہیں وہ کم علم زیادہ بے چین اور پڑھائی میں کمزور پائے جاتے ہیں۔

نیلسن میڈیا رسرچ، امریکی شعبہ تعلیم کہتے ہیں کہ:

''جتنا زیادہ ٹی وی بچے دیکھتے ہیں اتنی ہی ان کی لکھنے کی استطاعت کم ہوتی ہے ایک تحقیق سے جو سترہ سالہ نوجوانوں پر کی گئی تھی یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ وہ نوجوان جو چھ یا زائد گھنٹے ہر ہفتہ ٹی وی دیکھتے ہوں انہوں نے دس فیصد کم نمبر حاصل کئے بہ نسبت اپنے ان ہم عمر ہم جماعت ساتھیوں کے جو صرف دو گھنٹے فی ہفتہ ٹی وی دیکھتے ہیں۔''

روزنامہ ''جنگ'' اپنی اشاعت مورخہ 6.12.1997 میں لکھتا ہے:

''زیادہ ٹی وی دیکھنے سے بچے خبطی ہو سکتے ہیں یہ بات ایک نئے سروے سے پتہ چلی ہے۔ ایک امریکی جریدے کے مطابق برطانیہ میں 9 سے 12 سال کے بچوں کے ایک سروے سے پتہ چلا کہ ہر روز تین گھنٹے سے زائد ٹی۔وی دیکھنے والے بچوں کے دماغ ماؤف ہونے کا دیگر بچوں کی نسبت 13 گنا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ سروے سے پتہ چلا کہ زیادہ ٹی وی دیکھنے والے بچے دیگر بچوں کی نسبت 11 گنا زیادہ غصے میں آ سکتے ہیں اور ڈپریشن کا شکار ہو سکتے ہیں۔''

فیشن کا رواج:

ٹیلی ویژن نے ہمارے معاشرے سے سادگی کے عنصر کو یکسر ختم کر کے فیشن کی وبا کو عام کیا ہے۔ لباس، رہن سہن، رسم و رواج اس قدر مہنگے ہو گئے کہ اب ان معاشرتی ضرورتوں کی تکمیل بھی انسان کے لیے ایک مسئلہ کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ فیشن کی جو جھلک غریب عوام دیکھتے ہیں جب اسے اپنانے کی کوشش کرتے ہیں تو معاشرہ مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔

ٹیلی ویژن کے اشتہار:

ہر لمحہ بچے ٹیلی ویژن پر اشتہارات دیکھتے ہیں۔ یہ کس قدر نقصان دہ ہیں ان نقصانات کا جائزہ پیش کرتے ہوئے سلیم مغل لکھتے ہیں:

”بھارت میں بننے والے اشتہارات اور زی ٹی وی پر دکھائے جانے والے اشتہارات زبردست تہذیبی اور تمدنی یلغار کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ جدید دنیا کے اشتہارات عموماً Young Pairs کی آزادانہ حرکات، چھیڑ چھاڑ اور جنسی اپیل کے فلسفے پر مبنی ہوتے ہیں اس لئے ہمارے ہاں کا نوجوان بھی لامحالہ ان اشتہارات کی دلکشی سے محظوظ ہوتا ہے اور اس کے اثرات کو محسوس یا غیر محسوس طریقہ سے قبول کرتا ہے۔ غور کریں تو جنسی موضوعات پر آزادانہ گفتگو اور فیشن کا بڑھتا ہوا جنون وباء کی شکل اختیار کرتا جارہا ہے اور غیر محسوس طریقے سے اشتہاری مہمات ایک

Status Concious Liberal Society

کے قیام کو یقینی بنانے کے کام پر مامور نظر آتی ہیں۔ شرم، حیا، گناہ، ثواب، اقدار، روایات اور رسومات جیسی اصطلاحیں دم توڑ رہی ہیں۔ توقع ہے کہ یہ اشتہاری یورش نئی صدی کے آغاز سے قبل مذہبی معاشروں اور

Conservative Societies

کا تصورِ اخلاق بدل کر رکھ دے گی۔ ان تصورات میں جو فرق آچکا ہے وہ بھی کچھ کم حیران کن نہیں۔ (دعوۃ جولائی ۱۹۹۸ص: ۳۵)

مغرب زدہ ٹی وی کے معاشرے پر اثرات:

یہ بات تو سب ہی مانتے اور جانتے ہیں کہ چاہے پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا اس کے اثرات فرد کی انفرادی زندگی پر بھی پڑتے ہیں اور مجموعی طور پر معاشرے پر بھی اس کے خیر و بد تمام قسم کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور جن پروگراموں کی اکثریت ہوگی یا جو سوچ ٹرانسمیشن کے پس پردہ کام کرے گی اسی کے اثرات دراصل واضح اور نمایاں طور پر معاشرے پر مرتب ہوں گے۔

یہ شکایت عام ہے کہ پی ٹی وی وہ نہیں رہا جو کسی زمانے میں ہوا کرتا تھا وجہ اس کی صرف یہ تھی کہ ناظرین کے جو جذبات تھے پی ٹی وی اس کی ترجمانی کیا کرتا تھا، وہ جذبات چاہے سیاسی ہوں یا مذہبی پی ٹی وی ان کی ترجمانی کرتا ہوا محسوس ہوتا تھا اس لئے لوگ اس کو خود سے قریب تر محسوس کرتے تھے اور اس کے ڈراموں، خاکوں، مزاحیہ پروگراموں میں جو کچھ پیش کیا جاتا تھا فرد اس کو اپنی آپ بیتی سمجھتا تھا اور اس پروگرام کا خود کو ایک کردار اور حصہ سمجھتا تھا۔ مگر جب سے پی ٹی وی پر مغربیت کا غلبہ شروع ہوا پی ٹی وی سے پاکستانی عوام کے جذبات کی ترجمانی کا عنصر مفقود ہوتا گیا اور آج پی ٹی وی مکمل طور پر مغرب زدہ دکھائی دیتا ہے۔ شاید اس وقت کے وزیراعظم پاکستان نے مصر کے شہر قاہرہ

میں منعقدہ خواتین کانفرس کے چارٹر پر اپنے دستِ مبارک سے دستخط فرمادیئے تھے جس میں واشگاف الفاظ میں یہ حکم نامہ اقوام متحدہ کی طرف سے جاری کردیا گیا تھا کہ تمام ممبر ممالک اپنے اپنے ٹیلی ویژن پروگراموں میں نام نہاد حقوق نسواں، آزادئ نسواں، جنسی تعلیمی پروگرام، کھیلوں کی کوریج، خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام اور اشتہارات اور اسی قسم کے بیہودہ پروگرام کھل کر پیش کریں گے۔ عریانیت کا مطلب محض بے لباس خواتین اور ناچ گانا ہی نہیں ہوا کرتا بلکہ پروگرام میں پیش کیا جانے والا مواد بھی عریانیت کے زمرے میں آتا ہے کہ ایک ڈرامے میں جو سوچ، فکر اور فلسفہ پیش کیا جارہا ہے اس نظریئے سے متاثر ہوکر ناظرین کے ذہنوں پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ان کے ذہنوں کو کس طرح پراگندہ کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح ماضی میں شادی کو ہر ڈرامے کا محور اور مقصد قرار دیا جاتا تھا آج ہر ڈرامے اور دیگر پروگراموں کو یا تو بچے کی پیدائش کا موضوع بنایا جاتا ہے یا آزادئ نسواں اور حقوق نسواں کے بے مقصد موضوع پر ''سیر حاصل'' بحث کی جاتی ہے۔ کیونکہ ہمارا معاشرہ ان خرافات کو قبول نہیں کررہا اس لئے ہر ڈرامہ اور مذاکرہ قبولیت کی منزل کو نہیں پہنچتا اور ہر پروگرام بے مقصدیت کے تاثر سے لبریز ہوتا ہے۔

مذہبی پروگرام جس طرح پیش کئے جارہے ہیں ان کو اس طرح پیش کرنے سے نہ پیش کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ پیش نہ کرنے سے دین اور اسلام

کے بارے میں ذہنی خلجان پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا لیکن اس طرح اور اس انداز میں پیش کرنے سے ذہن خاص طور پر نوجوان نسل کے ذہنوں پر اسلام کی آفاقیت اور مذہب کی جاذبیت اثر پذیر نہیں ہوسکتی۔ اگر مقصد دین کی خدمت ہو اور دین کو صحیح معنوں میں عوام تک پہنچانا ہو یا جو غیر مسلم یہ پروگرام دیکھیں انہیں اس پروگرام کے ذریعے اسلام کا کوئی پیغام پہنچانا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کے بنیادی فلسفے کو پیش کیا جائے جیسے ''حیا'' — اسلام نے ''حیا'' کو معاشرے کی پاکیزگی کے لئے اولین درجہ دیا ہے اور اسی کی بنیاد پر اسلامی معاشرے کی تشکیل کی ہے۔ اس کے علاوہ اختلاطِ مرد و زن پر پابندی کے علاوہ مذہبی پروگراموں میں اس کی تبلیغ کی جائے کیونکہ بہت سی معاشرتی برائیوں کی ''جڑ'' دراصل یہی اختلاط مرد و زن کا فیشن ہی بنا ہوا ہے۔ مذہبی پروگراموں میں ''جہاد'' کی ضرورت اور تشریح اور اس کے مسلمان کی زندگی پر اثرات کے موضوع پر گفتگو کی جائے۔ اسلام نے جہاں ہر شعبہ میں رہنمائی فرمائی ہے وہاں فرد کی گھریلو زندگی کو بھی ایک ڈھب اور سلیقہ بخشا ہے۔ اسلام میں شوہر اور بیوی کے جو حقوق و فرائض متعین کردیئے گئے ہیں مذہبی پروگراموں میں اس پر تفصیل سے بحث کی جائے۔ اسلام میں حقوق نسواں اور حقوق انسانیت کے جس چارٹر کو پیش کیا گیا ہے اس پر ٹی وی کے پروگراموں میں بحث و تمحیص کی جائے تاکہ نوجوان نسل کو معلوم ہوسکے کہ اسلام نے

ہر ہر شعبے میں انسان کی رہنمائی فرمائی ہے اوران کا ذہن یہ نہ سوچ سکے کہ کسی معاملے میں اسلام کا یہ ''خانہ'' خالی ہے۔لہٰذا مغرب کی ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں بلکہ یہ سوچ نوجوان نسل میں پیدا کرنی چاہیئے کہ مغرب کے ہر فلسفے اورسوچ اور پروپیگنڈے کا مقابلہ ہم اسلامی تعلیمات کے ذریعے کر سکتے ہیں۔ نوجوان نسل کے حوالے سے یہ بات اس لئے کی جارہی ہے کہ مغرب نے ہر معاملے میں نوجوان خاص طور پر لڑکیوں کو نشانہ بنایا ہوا ہے۔

عوام کا یہ حق ہے کہ وہ جس ٹی وی کے لیے ٹیکس ادا کر رہے ہیں اس کے پروگرام ان کے جذبات کی عکاسی کریں، اگر ٹی وی کو مغرب کی نمائندگی کرنی ہے تو اس کے پالیسی سازوں کو انتظار کرنا چاہیئے کہ کب یہ معاشرہ خدانخواستہ مغربی معاشرے کا نقشہ پیش کرتا ہے۔

(فرائیڈے اسپیشل ۱۷ تا ۲۳ اگست ۲۰۰۱ء)

بسنت —— پس منظر

اسلام ایک ہمہ گیر اور جامع دین ہے جو منبر ومحراب کا ہی ضابطہ نہیں بتاتا بلکہ گھر اور بازار کے اصول بھی فراہم کرتا ہے۔ انسان کو قدم قدم پر جن قوانین کی ضرورت ہے اسلام ان کی رہنمائی اور ہدایت عطا کرتا ہے۔ اسلام نے انسانیت کو تہذیب وتمدن کا جو ورثہ عطا کیا ہے وہ کسی قوم سے ادھار مانگا ہوا نہیں، اس پر کسی قوم کا رنگ نہیں بلکہ یہ رنگ روپ، اصل وفرع کے اعتبار سے اسلامی رنگ لیے ہوئے ہے۔

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

جب قوم ترقی وعروج کی منازل پر فائز ہوتی ہے تو اسکی تہذیب کو معیاری مان کر دوسری تہذیبیں نقالی کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک زمانے میں راہب بھی ایسے جبے پہنتے جن پر عربی عبارات رقم ہوتی تھیں، عربی کتب کا مطالعہ کیا جاتا اور مسلمانوں کی قائم کردہ درسگاہوں میں پڑھنا فخر سمجھا جاتا۔ اقبال کے الفاظ میں ”سب سے بڑی خدمت جو عربی تہذیب وثقافت نے جدید دنیا کی کی ہے وہ سائنس ہے......... پھر اگرچہ مغربی تہذیب کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس سے اسلامی تہذیب وثقافت کے فیصلہ کن اثرات کا پتہ نہ چلے.........“ لیکن مسلمان اپنوں و بیگانوں کی سازش سے زوال کا شکار ہوئے تو فرنگی اور ہندو تہذیب معیار بن گئی۔ آج اسی تہذیب کے معیار پر دنیا کی تہذیبوں کو پرکھا جارہا ہے۔

مسلمان ایک طویل عرصہ تک ہندو کے قرب میں رہے اور رسم ورواج کی حد تک متاثر بھی ہوئے اور جواہر لال نہرو کے بقول ”ہندو تہذیب (نہرو اسے ہندوستانی تہذیب کہتا ہے) پر اسلامی تہذیب کے گہرے اثرات پڑے“۔ مسلمانوں نے ہندو کی جن غلط رسومات کو اختیار کیا ان میں بسنت بھی ہے جو آج بھی جوش وخروش سے منائی جاتی ہے۔ اگر مسلمان اپنے شاندار ماضی اور بسنت کے پس منظر کو نگاہ میں رکھیں تو شاید اسکے قریب بھی نہ جائیں۔ اسکے پس منظر کی دو روایات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) محمد اسماعیل قریشی— ہندو مورخ بی ایس نجار کے حوالے سے لکھتے ہیں ”حقیقت رائے باگھ مل پوری“ سیالکوٹ کے کھتری کا پندرہ سالہ لڑکا تھا، جسکی شادی بٹالہ کے کشن سنگھ بھٹہ نامی سکھ کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی۔ حقیقت رائے کو مسلمانوں کے سکول میں داخل کروایا گیا جہاں ایک مسلمان ٹیچر نے ہندو دیوتاؤں کے بارے میں توہین آمیز باتیں کہیں (یہ افترا ہے) حقیقت رائے نے اسکے خلاف احتجاج کیا اور اس نے انتقاماً پیغمبر اسلام اور بی بی فاطمہ کی شان میں نازیبا الفاظ کہے۔ اس جرم پر حقیقت رائے کو گرفتار کر کے لاہور عدالتی کاروائی کیلئے بھیجا گیا۔ اس واقعہ سے پنجاب کی ساری غیر مسلم آبادی کو شدید دھچکا لگا، کچھ ہندو افسر زکریا خاں (جو اس وقت گورنر لاہور تھا) کے پاس پہنچے کہ حقیقت رائے کو معاف کر دیا جائے لیکن زکریا خاں نے کوئی سفارش نہ سنی

اور سزائے موت کے حکم پر نظر ثانی سے انکار کر دیا جس کے اجراء میں پہلے مجرم
کو ایک ستون سے باندھ کر اسے کوڑوں کی سزا دی گئی اس کے بعد اسکی گردن
اڑا دی گئی۔ یہ سال 1732ء کا واقعہ ہے جس پر پنجاب کی تمام غیر مسلم آبادی
نوحہ کناں رہی لیکن خالصہ کمیونٹی نے آخر کار اسکا انتقام مسلمانوں سے لے لیا
اور سکھوں نے ان تمام لوگوں کو جو اس واقعہ سے متعلق تھے انتہائی بے دردی
سے قتل کر دیا"۔

بی ایس نجار نے اسی کتاب (Punjab Under the later Mughals)
صفحہ 279 پر لکھا ہے

"پنجاب میں بسنت کا میلہ اسی حقیقت رائے کی یاد میں منایا جاتا ہے"۔

اے مسلمان! کہیں غیرت ایمانی کا جنازہ تو نہیں نکل گیا؟ تو توہین
رسالت کے مجرموں کے دن منا رہا ہے؟

(۲) ڈاکٹر محمد اشرف "ہندوستانی معاشرہ عہد وسطی میں" میں لکھتے ہیں:

"بسنت بہار کے موسم کا نقیب ہے اور ماگھ کے مہینے میں ہوتا تھا
(آئین اکبری میں ہے کہ ماگھ کے چار تہوار ہیں تیسری، چوتھی، پانچویں اور
ساتویں لیکن پانچویں کو بہت بڑا جشن مناتے ہیں اور اس کو بسنت کہتے ہیں)
اس میں لوگ گیت گاتے اور عمومی رقص کرتے تھے اور ایک دوسرے پر سرخ
سفوف چھڑکتے تھے۔

خصوصیت سے مہادیو کی پوجا ہوتی تھی جوان لڑکیاں شومندر میں پھل
پھول چڑھاتی تھیں شو کے نشان کو صندل یا عود کی لکڑی کے رقیق مادے سے دھو
کر اس پر گلال مل کر اپنی قلبی خواہشات کی تکمیل کیلئے دعائیں کرتی تھیں ان
دعاؤں میں ایک محبت کرنے والے شوہر کی خواہش بھی ہوتی تھی"۔

اس پس منظر کی رو سے کہیں ہم بھی بسنت منا کر ہندومت کی عبادات
کی یاد تازہ تو نہیں کر رہے۔ جو جسکی مشابہت اختیار کرے گا اوہ اسی قوم سے
ہوگا۔

اگر روح محمدی ہمارے جسم سے نکل نہیں گئی تو یہ دو واقعات ہی اصلاح
احوال کیلئے کافی ہیں۔ عصر حاضر کی تہذیبی جنگ میں مسلمان اپنی تہذیب کو
اپنائیں۔

علاوہ ازیں بسنت قرآنی حکم

ولا تبذر تبذیرا کی صریح خلاف ورزی ہے۔

ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین۔

قیامت کے دن انسان کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے دنیا میں
محبت کیا کرتا تھا۔ غور کیجئے۔

مبذرین شیطان کے بھائی ....؟

تبذیر اصل میں "بذر" کے مادہ سے بیج ڈالنے اور دانہ چھڑکنے

کے معنی میں ہے لیکن یہ لفظ ایسے مواقع سے مخصوص ہے جہاں انسان اپنے اموال کو غیر منطقی اور غلط کام میں خرچ کرے۔ فارسی میں اس کا متبادل ہے:

ریخت و پاش— دوسرے لفظوں میں تبذیر نامناسب مقام پر مال خرچ کرنے کو کہتے ہیں چاہے تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو۔ برمحل مقام پر خرچ کو تبذیر نہیں کہتے چاہے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیطان نے پروردگار کی نعمتوں کا کیسے کفران کیا تو اس کا جواب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے بہت زیادہ قوت و استعداد دے رکھی تھی۔ اس نے ان سب قوتوں کو غلط مقام پر صرف کیا یعنی لوگوں کو گمراہ کیا۔ رہا یہ کہ اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی کیسے ہیں؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بھی خداداد نعمتوں کا کفران کرتے ہیں اور جہاں انہیں استعمال کرنا چاہیے وہاں کی بجائے انہیں غلط مقام پر خرچ کرتے ہیں۔ اخوان (بھائی) یا اس بنا پر ہے کہ ان کے اعمال شیطانوں سے اس طرح ہم آہنگ ہیں جیسے بھائیوں کے جو ایک جیسے عمل کرتے ہیں اور یا اس بنا پر کہ وہ دوزخ میں شیطانوں کے ہم نشین ہونگے۔